قرآنیات

البیان

جاوید احمد غامدی

الصافات - ص

۳۷ —— ۳۸

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

الصافات - ص

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

یہ دونوں سورتیں اپنے مضمون کے لحاظ سے توام ہیں۔ دونوں کا موضوع منکرین توحید کو تہدید و وعید ہے۔ پہلی سورہ میں، البتہ انکار اور دوسری میں استکبار پر تنبیہ کی گئی ہے جو مخاطبین کے انکار کا اصلی سبب ہے۔ اِس کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو اِن مستکبرین کے مقابل میں صبر و استقامت کی تلقین کا مضمون بھی دوسری سورہ میں نمایاں ہے۔ چنانچہ انبیا علیہم السلام کی جو سرگذشتیں اِس سورہ میں سنائی گئی ہیں، اُن میں یہ دونوں چیزیں ملحوظ ہیں۔

اِن سورتوں میں خطاب اصلاً قریش ہی سے ہے اور اِن کے مضمون سے واضح ہے کہ ام القریٰ مکہ میں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے مرحلۂ اتمام حجت میں نازل ہوئی ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الصافات

(۱)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۙ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجۡرًا ۙ﴿۲﴾ فَالتّٰلِیٰتِ ذِکۡرًا ۙ﴿۳﴾ اِنَّ اِلٰـہَکُمۡ لَوَاحِدٌ ؕ﴿۴﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَیۡنَہُمَا وَرَبُّ الۡمَشَارِقِ ؕ﴿۵﴾

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

۱

اللہ کے نام سے جو سراسر رحمت ہے، جس کی شفقت ابدی ہے۔

صفیں باندھے حاضر رہنے والے فرشتے گواہی دیتے ہیں،[۱] پھر شیطانوں کو جھڑک کر ڈانٹنے والے،[۲] پھر خدا کو یاد کرنے والے[۳] کہ تمھارا معبود ایک ہی ہے۔[۴] وہی جو زمین اور آسمانوں اور اُن

۱۔ اصل الفاظ ہیں: 'وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا'۔ اِن میں 'وَ' قسم کے لیے ہے۔ قرآن میں اِس طرح کی قسمیں تعظیم کے لیے نہیں، بلکہ مقسم علیہ پر شہادت کے لیے آتی ہیں۔ چنانچہ ترجمہ اِسی کے لحاظ سے کیا گیا ہے۔ قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اِس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو ملاءِ اعلیٰ میں عرش الٰہی کے ارد گرد صف بستہ رہتے ہیں۔ سورۂ زمر (۳۹) کی آیت ۷۵ میں اُن کا ذکر ہوا ہے۔

۲۔ یعنی جب وہ سن گن لینے کے لیے ملاءِ اعلیٰ کے قریب پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔

۳۔ یعنی اُس کی حمد و تسبیح کرنے والے۔ اِن صفات میں، اگر غور کیجیے تو اُسی طرح کی ترتیب ہے جو ہماری

اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ اِۨلْكَوَاكِبِ ﴿٦﴾ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ
مَّارِدٍ ﴿٧﴾ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ﴿٨﴾ دُحُوْرًا
وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ﴿٩﴾ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿١٠﴾

کے درمیان کی سب چیزوں کا پروردگار ہے اور مشرق و مغرب کے تمام اطراف کا پروردگار۔[5] ۱-۵

اِس میں شبہ نہیں کہ تمھارے قریبی آسمان[6] کو ہم نے تاروں کی زینت سے آراستہ کیا ہے اور ہر سرکش شیطان کی دراندازی سے اُس کو بالکل محفوظ کر دیا ہے۔ وہ ملاءِ اعلیٰ کی طرف کان نہیں لگا سکتے اور لگائیں تو بھگانے کے لیے ہر طرف سے دھتکارے جاتے ہیں اور یہ اُن کے لیے دائمی عذاب ہے۔ تاہم کوئی شیطان اگر کچھ لے اڑے تو ایک دہکتا شعلہ اُس کا تعاقب کرتا ہے۔[7] ۶-۱۰

---

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

نمازوں میں ہوتی ہے کہ ہم پہلے صف باندھتے ہیں، پھر شیاطین سے تعوذ کرتے ہیں، پھر خدا کی حمد و تسبیح میں مشغول ہوتے ہیں۔

۴۔ یہ مقسم علیہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جن کو خدا کی خدائی میں شریک سمجھتے ہو، وہ خود گواہی دیتے ہیں کہ خدا کے بندے ہیں اور ہمہ وقت اُس کی حمد و تسبیح میں سرگرم رہتے ہیں۔

۵۔ یہ خبر کے بعد دوسری خبر ہے۔ آیت میں 'مَشَارِق' کے بعد 'مَغَارِب' کا لفظ بربناے وضاحت قرینہ محذوف ہے اور اِس کی جمع عربیت کے اسلوب پر وسعت اطراف کو ظاہر کر رہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خدا کی ناپیدا کنار کائنات کے کسی دور دراز گوشے میں بھی اُس کے سوا کسی کی بادشاہی نہیں ہے۔ وہی ہر جگہ اور ہر ایک کا پروردگار ہے۔

۶۔ اِس سے وہ عالم بالا مراد ہے جسے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور اپنی دوربینوں سے جس کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ قرآن نے بتایا ہے کہ اِس سے ماورا چھ عالم اور بھی ہیں جن میں سے ہر ایک میں ہماری زمین کی طرح زندگی کی رعنائیوں سے آباد ایک زمین بھی ہے۔

۷۔ اوپر ملائکہ کے بارے میں مشرکین کے مزعومات کی تردید فرمائی تھی۔ اُس کے بعد اب یہ جنوں کے بارے میں بھی واضح کر دیا ہے کہ اُن کے پاس ہرگز کوئی غیب کا علم نہیں ہوتا۔ اِس لیے جو لوگ اُن کے اور خدا

فَاسۡتَفۡتِہِمۡ اَہُمۡ اَشَدُّ خَلۡقًا اَمۡ مَّنۡ خَلَقۡنَا ؕ اِنَّا خَلَقۡنٰہُمۡ مِّنۡ طِیۡنٍ
لَّازِبٍ ﴿۱۱﴾ بَلۡ عَجِبۡتَ وَ یَسۡخَرُوۡنَ ﴿۱۲﴾ وَ اِذَا ذُکِّرُوۡا لَا یَذۡکُرُوۡنَ ﴿۱۳﴾ وَ اِذَا
رَاَوۡا اٰیَۃً یَّسۡتَسۡخِرُوۡنَ ﴿۱۴﴾ وَ قَالُوۡۤا اِنۡ ہٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۱۵﴾ ءَاِذَا مِتۡنَا
وَ کُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ ﴿۱۶﴾ اَوَ اٰبَآؤُنَا الۡاَوَّلُوۡنَ ﴿۱۷﴾
قُلۡ نَعَمۡ وَ اَنۡتُمۡ دَاخِرُوۡنَ ﴿۱۸﴾ فَاِنَّمَا ہِیَ زَجۡرَۃٌ وَّاحِدَۃٌ فَاِذَا ہُمۡ یَنۡظُرُوۡنَ ﴿۱۹﴾
وَ قَالُوۡا یٰوَیۡلَنَا ہٰذَا یَوۡمُ الدِّیۡنِ ﴿۲۰﴾ ہٰذَا یَوۡمُ الۡفَصۡلِ الَّذِیۡ کُنۡتُمۡ بِہٖ تُکَذِّبُوۡنَ ﴿۲۱﴾

اب اِن سے پوچھو کہ اِنھیں بنانا زیادہ مشکل ہے یا اُن کو جنھیں ہم (اِن سے پہلے) بنا چکے ہیں؟[8] حقیقت یہ ہے کہ اِنھیں تو ہم نے چپکتی مٹی سے پیدا کر دیا تھا۔[9] نہیں، یہ کچھ بھی مشکل نہیں ہے، بلکہ تمھیں تعجب ہے (کہ ایسی واضح حقیقت کو یہ مانتے کیوں نہیں) اور یہ مذاق اڑا رہے ہیں (کہ تم یہ کیسی باتیں مانتے ہو)؟ اور جب اِنھیں یاددہانی کی جاتی ہے تو یاددہانی حاصل نہیں کرتے اور جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو اُس کی ہنسی اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کچھ نہیں، یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں بن جائیں گے تو کیا دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟ اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی؟ ۱۱-۱۷

کہو کہ ہاں اور تم ذلیل بھی ہو گے۔ چنانچہ وہ ایک ڈانٹ ہی ہو گی، پھر اُسی وقت (اٹھ کر) دیکھنے لگیں گے[10] اور کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی، یہ تو جزا کا دن ہے —— جی ہاں، یہ وہی فیصلے کا

کے درمیان رشتہ جوڑنے کی کوشش کرتے اور اُن کی پرستش کرتے ہیں، وہ بھی بالکل احمق ہیں۔

۸۔ یعنی ملائکہ اور جنات وغیرہ۔ 'مَنْ خَلَقْنَا' کے الفاظ سے ذہن اِسی طرف جاتا ہے، اِس لیے کہ 'مَنْ' بالعموم ذوی العقول کے لیے آتا ہے۔

۹۔ یعنی اُسی چپکتی مٹی سے جس کی بہت بڑی مقدار اِس وقت بھی ہمارے پاس موجود ہے۔ لہٰذا اِن کے بنانے کے لیے نہ اُس وقت ہمیں کوئی خاص سروسامان کرنا پڑا تھا اور نہ اب کرنا پڑے گا۔

۱۰۔ یہ قرآن نے نہایت بلیغ اسلوب میں اُس دہشت اور سراسیمگی کی تصویر کھینچ دی ہے جس سے یہ لوگ

اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿٢٢﴾ مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ﴿٢٣﴾ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ﴿٢٤﴾ مَا
لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿٢٥﴾ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿٢٦﴾
وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿٢٧﴾ قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ
الْيَمِيْنِ ﴿٢٨﴾ قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٢٩﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ

دن ہے جس کو تم لوگ جھٹلاتے رہے تھے۔"[11] ۱۸-۲۱

حکم ہو گا: اِن ظالموں[12] کو اکٹھا کرو اور اِن کے ہم مشربوں کو اور اُن کو بھی جنھیں یہ اللہ کے سوا پوجتے رہے ہیں، پھر اِن سب کو دوزخ کا راستہ دکھا دو۔ اور ہاں، اِنھیں ذرا ٹھیراؤ تو، اِن سے کچھ پوچھنا بھی ہے۔ کیا بات ہے، اِس وقت تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کر رہے ہو؟ کچھ نہیں بولتے، بلکہ یہ تو آج بڑے فرماں بردار بنے ہوئے ہیں![13] ۲۲-۲۶

اُس وقت ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے کہ باہم سوال و جواب کریں۔ (چنانچہ اپنے پیشواؤں سے) کہیں گے: یہ تم ہی ہمارے پاس آتے تھے دائیں سے...[14] وہ (بات کاٹ کر) جواب

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

دوچار ہوں گے۔

۱۱۔ یہ، ظاہر ہے کہ اُن کی بات پر فرشتے کہیں گے۔

۱۲۔ آیت میں 'الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا' کے الفاظ ہیں۔ یعنی 'ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ'۔ اِس سے قرآن میں شرک مراد لیا جاتا ہے جو سب سے بڑا ظلم ہے اور یہ ظلم انسان دوسروں پر نہیں، بلکہ اپنے اوپر کرتا ہے۔

۱۳۔ یہ اُس ذلت اور بے بسی کی تصویر ہے جس کے بارے میں اوپر فرمایا تھا کہ ہاں، اٹھائے جاؤ گے اور ذلیل بھی ہو گے۔

۱۴۔ اصل الفاظ ہیں: 'تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ'۔ اِن کے بعد 'وَعَنِ الشِّمَالِ' ہونا چاہیے تھا، لیکن اُن کے پیشواؤں نے بات پوری نہیں ہونے دی۔ چنانچہ صورت حال کی تصویر کے لیے قرآن نے بھی اُسی طرح چھوڑ دیا ہے۔

سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ ۖ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ﴿۳۱﴾
فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ﴿۳۲﴾ فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾
اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۴﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا
اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴿۳۶﴾ بَلْ
جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۷﴾

دیں گے: نہیں، بلکہ تم خود ہی ایمان لانے والے نہیں تھے اور تمھارے اوپر ہمارا کوئی زور نہیں تھا، بلکہ تم خود ہی سرکش لوگ تھے۔ سو ہمارے پروردگار کی بات ہم پر پوری ہو گئی ہے۔[۱۵] کچھ شک نہیں کہ اُس کا مزہ اب ہم کو چکھنا ہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم بہکے ہوئے تھے، سو ہم نے تمھیں بھی بہکا دیا۔ اِس طرح یہ سب اُس دن عذاب میں مشترک ہوں گے۔[۱۶] ۲۷-۳۳

ہم مجرموں کے ساتھ یہی کریں گے۔ اُن کا حال یہ تھا کہ جب اُن سے کہا جاتا تھا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو اکڑ بیٹھتے اور، (قریش کے لوگو، تمھاری طرح وہ بھی) کہتے تھے کہ کیا ہم ایک خبطی شاعر کے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں گے؟ ہرگز نہیں،[۱۷] بلکہ وہ حق لے کر آیا ہے اور وہ رسولوں کی پیشین گوئیوں کا مصداق ہے۔[۱۸] ۳۴-۳۷

۱۵۔ یعنی وہ بات جو اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے جواب میں کہی تھی کہ میں تجھے اور تیرے پیرووں کو جہنم میں بھر دوں گا۔

۱۶۔ اِس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اتنی عقل ہر شخص کو دے کر دنیا میں بھیجا ہے کہ وہ حق و باطل میں امتیاز کر سکے۔ چنانچہ پیرووں کا یہ عذر اُس دن مسموع نہ ہو گا کہ اُن کی گم راہی کے ذمہ دار اُن کے لیڈر اور پیشوا ہیں۔

۱۷۔ یعنی ہرگز خبطی اور شاعر نہیں ہے۔ یہ قریش کو جواب دیا ہے اور اِس طرح کلام کو مطابق حال کر دیا ہے۔

۱۸۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حضرت مسیح تک تمام رسولوں کی پیشین گوئیوں کا مصداق، جو اِس

اِنَّكُمۡ لَذَآئِقُوا الۡعَذَابِ الۡاَلِيۡمِ ﴿۳۸﴾ وَمَا تُجۡزَوۡنَ اِلَّا مَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۳۹﴾
اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الۡمُخۡلَصِيۡنَ ﴿۴۰﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ رِزۡقٌ مَّعۡلُوۡمٌ ﴿۴۱﴾ فَوَاكِهُ وَهُمۡ
مُّكۡرَمُوۡنَ ﴿۴۲﴾ فِىۡ جَنّٰتِ النَّعِيۡمِ ﴿۴۳﴾ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيۡنَ ﴿۴۴﴾ يُطَافُ عَلَيۡهِمۡ
بِكَاۡسٍ مِّنۡ مَّعِيۡنٍ ﴿۴۵﴾ بَيۡضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيۡنَ ﴿۴۶﴾ لَا فِيۡهَا غَوۡلٌ وَّلَا هُمۡ عَنۡهَا
يُنۡزَفُوۡنَ ﴿۴۷﴾ وَعِنۡدَهُمۡ قٰصِرٰتُ الطَّرۡفِ عِيۡنٌ ﴿۴۸﴾ كَاَنَّهُنَّ بَيۡضٌ مَّكۡنُوۡنٌ ﴿۴۹﴾

(اُسے نہیں مانو گے تو) تم کو لازماً دردناک عذاب چکھنا ہو گا اور (یہ کوئی زیادتی نہیں ہو گی)، تم اُسی کا بدلہ پاؤ گے جو کرتے رہے ہو۔ اللہ کے منتخب بندے،[۱۹] مگر اِس سے محفوظ ہوں گے۔ یہ لوگ ہیں کہ جن کے لیے معلوم روزی[۲۰] ہو گی، ہر طرح کے میوے۔ اور راحت کے باغوں میں وہ بڑی عزت سے ہوں گے، تختوں پر آمنے سامنے[۲۱] بیٹھے ہوں گے، اُن کے لیے شراب ناب کے جام گردش میں ہوں گے، بالکل صاف شفاف، پینے والوں کے لیے لذت ہی لذت! نہ اُس میں خمار ہو گا اور نہ اُس سے اُن کی عقل خراب ہو گی۔ اُن کے پاس نیچی نگاہوں والی[۲۲] غزال چشم عورتیں ہوں گی، گویا کہ (شتر مرغ کے) چھپے ہوئے انڈے ہیں۔[۲۳] ۳۸-۴۹

کے رسول برحق ہونے کی نہایت واضح دلیل ہے۔

۱۹۔ یعنی وہ جو اپنے ایمان و عمل سے اِس کا استحقاق پیدا کر لیں گے کہ خدا کی جنت کے لیے منتخب کر لیے جائیں۔

۲۰۔ یعنی ایسی روزی جو اُن کے منشا کے مطابق، اُن کا اپنا انتخاب اور ہر لحاظ سے جانی پہچانی ہو گی جس کو دیکھ کر کسی وحشت یا انقباض کا امکان نہ ہو۔

۲۱۔ 'آمنے سامنے' کے الفاظ اُن کی باہمی محبت اور خوش دلی کے اظہار کے لیے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ایک دوسرے سے منہ پھیر کر نہیں، بلکہ پورے التفات کے ساتھ ایک دوسرے کو دیکھتے اور آپس میں باتیں کرتے ہوں گے۔

۲۲۔ یہ عورتوں کے باحیا ہونے کی تعبیر ہے۔ اہل عرب اِسی کو عورت کا سب سے بڑا حسن قرار دیتے تھے۔

۲۳۔ یہ تمام تشبیہات عربوں کے خاص ذوق کے مطابق ہیں، اِس لیے کہ وہی اِس کلام کے اولین مخاطبین

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۵۰﴾ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّيْ كَانَ لِيْ
قَرِيْنٌ ﴿۵۱﴾ يَّقُوْلُ ءَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ﴿۵۲﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا
ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ﴿۵۴﴾ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ
الْجَحِيْمِ ﴿۵۵﴾ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ﴿۵۶﴾ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ
مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۵۷﴾ اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ

پھر وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے کہ باہم گفتگو کریں۔ اُن میں سے ایک کہنے والا کہے گا کہ میرا ایک ساتھی تھا جو (بڑے تعجب کے ساتھ) مجھ سے پوچھا کرتا تھا کہ کیا تم بھی قیامت کی تصدیق کرنے والوں میں سے ہو؟ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں بن جائیں گے تو کیا ہم بدلہ پائیں گے؟ وہ کہے گا: ذرا جھانک کر دیکھو گے (کہ وہ کہاں اور کس حال میں ہے)؟ یہ کہہ کر وہ جھانکے گا تو اُس کو دوزخ کے بیچ میں دیکھ لے گا۔[۲۴] (پھر بے ساختہ) بول اٹھے گا: خدا کی قسم، تم تو مجھے تباہ کر دینے والے تھے! اگر میرے پروردگار کا فضل شامل حال نہ ہوتا تو میں بھی اُنھی میں ہوتا جو پکڑے ہوئے آئے ہیں۔ پھر کیا وہی نہیں ہوا کہ پہلی موت جو ہم کو آنی تھی، آچکی، اب

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

ہیں۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

”...کلام عرب میں نازنینوں کی تشبیہ شتر مرغ کے انڈوں سے بہ کثرت ملتی ہے اور غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اِس تشبیہ میں عفت، صیانت اور رنگ، تینوں چیزوں کا لحاظ رکھتے ہیں۔ 'مَکْنُوْن' سے اُن کے اچھوتے ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ یہ امر یہاں ملحوظ رہے کہ جس طرح اہل عرب کنواریوں کی حفاظت میں بڑے غیور و حساس تھے، اُسی طرح شتر مرغ بھی اپنے انڈوں کی حفاظت میں جان لڑا دیتا ہے۔ تشبیہ میں یہاں سنہرے رنگ کے انڈے مراد ہیں۔ نازنینوں کے سنہرے رنگ کا شعراے عرب بہت ذکر کرتے ہیں۔ 'معشوقہ' کے لیے 'صفراء' کی صفت اُن کے ہاں بہت معروف ہے۔“ (تدبر قرآن ۶/ ۴۶۷)

۲۴۔ یعنی اُسی جگہ بیٹھے بیٹھے دیکھ لے گا اور اُس سے بات بھی کر لے گا۔ اِس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جنت میں جانے کے بعد لوگوں کی قوتیں اور صلاحیتیں کیا سے کیا ہو جائیں گی۔

بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۵۹﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۰﴾ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿۶۱﴾
اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿۶۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۳﴾ اِنَّهَا شَجَرَةٌ
تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿۶۴﴾ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۶۵﴾ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ
مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۶۶﴾ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۶۷﴾

ہمیں مرنا نہیں ہے اور نہ ہمیں کوئی عذاب دیا جائے گا؟[۲۵] بے شک، یہی بڑی کامیابی ہے۔ سو عمل کرنے والوں کو ایسی ہی کامیابی کے لیے عمل کرنا چاہیے۔[۲۶] ۵۰-۶۱

(اِن سے پوچھو)، یہ ضیافت اچھی ہے یا زقوم کا درخت؟ ہم نے اُس کو اِن ظالموں کے لیے فتنہ بنا دیا ہے۔[۲۷] وہ ایسا درخت ہے جو دوزخ کی تہ میں اگتا ہے۔[۲۸] اُس کے شگوفے گویا شیطانوں کے سر ہیں۔[۲۹] سو یہ ظالم اُسی سے کھائیں گے اور اُسی سے پیٹ بھریں گے۔ پھر اُس کے اوپر اُن کو کھولتا

۲۵۔ اِن الفاظ سے جس مسرت اور بے خودی کا اظہار ہو رہا ہے، اُس کا اندازہ ہر صاحب ذوق کر سکتا ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

> ”... مطلب یہ ہے کہ اگر یہ بازی ہم نے جیت لی تو سب سے بڑی بازی جیت لی۔ اسلوب کلام پر غور کیجیے تو معلوم ہو گا کہ اُن کی کامیابی اُن کی توقعات سے اتنی زیادہ ہو گی کہ سب کچھ دیکھنے کے بعد بھی اُنھیں اپنے اوپر اعتبار نہیں ہو گا اور وہ اپنے ساتھیوں سے اُس کی تصدیق چاہیں گے۔“ (تدبر قرآن ۶/ ۴۶۸)

۲۶۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کی بات پر استدراک ہے۔

۲۷۔ یہ اِس لیے فرمایا ہے کہ قرآن کے مخاطبین جب یہ سنتے کہ دوزخ میں زقوم کا درخت ہو گا تو اُس سے عبرت حاصل کرنے کے بجائے ٹھٹھا مار کر کہتے: لو اب نئی سنو، اِن کا کہنا ہے کہ جہنم کی دہکتی ہوئی آگ میں درخت بھی اگیں گے۔

۲۸۔ یعنی جو چاہے کہیں، حقیقت یہی ہے کہ یہ دوزخ میں اگتا اور اُسی میں پھلتا پھولتا ہے۔

۲۹۔ یہ تخییلی نوعیت کی تشبیہ ہے۔ اِس طرح کی تشبیہات دنیا کی ہر زبان میں پائی جاتی ہیں۔ استاذ امام امین احسن اصلاحی نے وضاحت فرمائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

ثُمَّ اِنَّ مَرۡجِعَهُمۡ لَاۡ اِلَی الۡجَحِیۡمِ ﴿۶۸﴾ اِنَّهُمۡ اَلۡفَوۡا اٰبَآءَهُمۡ ضَآلِّیۡنَ ﴿۶۹﴾ فَهُمۡ عَلٰۤی
اٰثٰرِهِمۡ یُهۡرَعُوۡنَ ﴿۷۰﴾ وَلَقَدۡ ضَلَّ قَبۡلَهُمۡ اَکۡثَرُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۷۱﴾ وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا
فِیۡهِمۡ مُّنۡذِرِیۡنَ ﴿۷۲﴾ فَانۡظُرۡ کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَةُ الۡمُنۡذَرِیۡنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ
الۡمُخۡلَصِیۡنَ ﴿۷۴﴾

ہوا پانی ملا کر دیا جائے گا۔ پھر اُن کو ہر حال میں دوزخ ہی کی طرف لوٹنا ہو گا۔[۳۰] (یہ وہ لوگ ہیں کہ) اِنھوں نے اپنے باپ دادا کو گم راہی میں پایا۔ پھر یہ اُنھی کے نقش قدم پر دوڑتے رہے۔[۳۱] اِن سے پہلے اگلوں میں بھی اکثر اِسی طرح گم راہ ہوئے تھے۔ ہم نے اُن میں بھی خبردار کرنے والے بھیجے تھے۔ پھر دیکھ لو کہ جنھیں خبردار کیا گیا تھا، اُن کا انجام کیا ہوا! خدا کے منتخب بندے ہی اُس سے محفوظ رہے۔ ۶۲-۷۴

”...بعض مرتبہ تشبیہ کسی خیالی چیز سے دی جاتی ہے، لیکن وہ مرئی و مشاہد چیزوں سے زیادہ ذہنوں سے قریب ہوتی ہے۔ مثلاً آپ کسی پراگندہ حال و پراگندہ بال شخص کو کہیں کہ کیا بھوت کی سی شکل بنا رکھی ہے! بھوت اگرچہ ایک خیالی چیز ہے، لیکن اُس کا ایک تصور ہر شخص کے ذہن میں موجود ہے۔ اِس وجہ سے یہ تشبیہ اُس شخص کو جس خوبی کے ساتھ مصور کرے گی، کوئی دوسری تشبیہ مشکل ہی سے کر سکے گی۔ اِسی طرح یہاں دوزخ کے زقوم کے پتوں اور کانٹوں کو شیاطین کے سروں سے تشبیہ دی ہے، گویا بہت سے شیاطین ننگے سر کھڑے ہوں۔ ہر چند یہ تشبیہ ہے خیالی، لیکن ذہنوں میں شیاطین کا ایک خوف ناک تصور موجود ہے۔ اِس وجہ سے اِس کو سن کر دل پر ایک کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔“ (تدبر قرآن ۶/ ۴۶۹)

۳۰۔ یعنی اِس ضیافت کے بعد۔ اوپر آیت میں اِس کے لیے ’نُزُل‘ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اِس کے معنی اولین ضیافت کے ہیں جو آتے ہی مہمان کو پیش کی جائے۔ مدعا یہ ہے کہ داخل ہوتے ہی زقوم کا پھل اور کھولتا ہوا پانی ملے گا۔ پھر ہمیشہ کی سزا کے لیے اپنے اصل ٹھکانے کی طرف بھیج دیے جائیں گے۔

۳۱۔ اِس سے معلوم ہوا کہ گم راہی کے عوامل میں سب سے بڑا عامل اپنے آبا و اجداد اور بزرگوں کی اندھی تقلید ہی ہے۔

[باقی]